آل عمران: 26

قُلِ اللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِی الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَآءُ ۫ وَتُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ ؕ بِیَدِكَ الْخَیْرُ ؕ اِنَّكَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ

([اے نبیؐ] کہہ دیجئے: اے اللہ! [ساری] بادشاہی کے مالک! تو جسے چاہتا ہے بادشاہی عطا فرماتا ہے اور جس سے چاہتا ہے بادشاہی چھین لیتا ہے اور تو جسے چاہتا ہے عزت دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے ذلت دیتا ہے۔ ساری بھلائی تیرے ہی ہاتھ میں ہے۔ بیشک تو ہر چیز پر قادر ہے۔)

قُلِ اللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِی الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ ([اے نبیؐ] کہہ دیجئے: اے اللہ! [ساری] بادشاہی کے مالک! تو جسے چاہتا ہے بادشاہی عطا فرماتا ہے)

قُلْ ([اے نبیؐ] کہہ دیجئے)۔ اِس سے پہلے جتنی آیات گذری اُس میں اللہ نے خود اپنا تعارف کرایا۔ اور غائب کے صیغے (3rd person) میں تھا۔ جیسے وہ، اللہ وغیرہ لیکن یہاں رسولؐ کو کہنے کہا جا رہا ہے کہ وہ یہ باتیں لوگوں کو بتا دے۔
قُلْ ہمیشہ اُس وقت آتا ہے جب کوئی خاص چیز بطورِ خاص تاکید کے ساتھ بتانا مقصود ہو۔

اَللّٰهُمَّ ← اصل میں "یَا اللّٰهُ" تھا۔ "یا" کو حذف کرکے آخر میں میم مشدد (مّ) لگا دی گئی۔ یہ صرف اللہ تعالیٰ کے لئے ہی بولا جاتا ہے۔

مٰلِكَ الْمُلْكِ سے پہلے بھی "یا" تھا۔ اس لئے "مٰلِكَ" منصوب ہے۔

یہودی غلط فہمی میں مبتلا تھے کہ حکومت اور نبوت کا یہ سلسلہ ہمیشہ اُن میں ہی رہے گا، دوسری قوم اِس کا حق نہیں رکھتی۔ مگر جب آخری نبی محمدؐ جو ایک اُمی قوم بنی اسماعیل سے مبعوث ہو گئے تو اُن کے غیظ و غضب اور حسد کی انتہا نہ رہی۔ اللہ تعالیٰ نے اُن کی غلط فہمی دُور کرتے ہوئے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اپنی مرضی والا اور ساری بادشاہی کا مالک ہے۔ وہ جس قوم کو چاہتا ہے دنیا میں عزت اور سلطنت سے نواز دیتا ہے۔ لہذا نبوت جو بہت بڑی عزت ہے، اُس کے لیے بھی اللہ تعالیٰ نے جسے چاہا پسند فرما لیا۔ اللہ تعالیٰ پر کسی کو اعتراض کا حق نہیں ہے۔ یہاں دعا کے انداز میں مسلمانوں کو بشارت بھی دے دی کہ تمہیں اِس دنیا میں غلبہ اور اقتدار حاصل ہوگا اور آخری نبی محمدؐ کی بعثت اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا انعام ہے۔ لہذا تمہیں چاہیے کہ اِس پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرے۔

بعض تفسیر میں اِس آیت کے شانِ نزول میں ایک واقعہ بیان کیا جاتا ہے جو جنگِ خندق سے متعلق ہے۔ سارے مشرکین عرب، یہود اور نصاریٰ سبھی نے مل کر مسلمانوں کے خلاف جنگ کرنے کی ٹھان لی۔ سلمان فارسیؓ نے خندق کھودنے کا مشورہ دیا۔ خندق کھودنے کا کام صحابہؓ کے سپرد ہوا اور نبیؐ بھی اِس کام میں شریک ہوئے۔ چالیس چالیس ہاتھ لمبی خندق دس دس آدمیوں کے سپرد تھی۔ یہ خندق کئی میل لمبی اور گہری اور چوڑی تھی جسے دشمن پار نہ کر سکے۔ اور کھدائی جلد سے جلد مکمل کرنا تھا کیونکہ دشمن پہنچنے والا تھا۔ یہ کام بہت مشکل تھا کیونکہ زمین سخت تھی۔ سارے مسلمان اِس کام میں اتنے مشغول تھے کہ انھیں کھانے پینے، سونے اور قضائے حاجت کے لئے وہاں سے ہٹنا مشکل ہو رہا تھا۔ کیونکہ کم وقت میں اتنی بڑی جگہ کو کھودا جانا تھا۔ اُس وقت آجکل کی طرح جدید آلات موجود نہ تھے۔ لیکن مسلمانوں کی ایمانی طاقت اور اللہ کے اذن سے کھدائی کا کام مکمل ہو گیا۔
خندق کی کھدائی کے دوران ایک بہت بڑا بھاری پتھر آ گیا جو صحابہؓ سے توڑا نہیں جا رہا تھا۔ تو وہ نبیؐ کے پاس آ گئے۔ نبیؐ اُس وقت بھوک کی وجہ سے اپنے پیٹ پر دو پتھر باندھے ہوئے تھے۔ رسولؐ نے اس بھاری پتھر پر ایک ضرب لگائی تو اُس پتھر کا کچھ حصہ ٹوٹا اور اُس میں سے آگ کا شعلہ بلند ہوا۔ جس سے دور تک اُسکی روشنی پھیل گئی۔ پھر رسولؐ نے فرمایا: اللہ اکبر! مجھے مُلکِ شام کی کنجیاں دی گئیں۔ اور اِس وقت میں اُس کے سرخ محلات دیکھ رہا ہوں۔ اُس کے بعد آپؐ نے دوسری ضرب لگائی تو اُس پتھر کا دوسرا ٹکڑا ٹوٹ گیا۔ پھر فرمایا: اللہُ اکبر! مجھے ملک فارس (ایران) دیا گیا۔ واللہ! میں اِس وقت مدائن کا سفید محل دیکھ رہا ہوں۔ پھر تیسری ضرب لگائی تو باقی چٹان بھی ٹوٹ گئی۔ پھر فرمایا: اللہ اکبر! مجھے یمن کی کنجیاں دی گئیں۔ وَاللہ! میں اِس وقت اپنی اِس جگہ سے صنعاء کے پھاٹک دیکھ رہا ہوں۔ (جہاں سے مسلمانوں کی فوجیں داخل ہوں گی۔)
اتنے سخت حالات میں جس میں سخت بھوک، نیند، بے آرامی، دشمن کا خوف تھا اور مسلمان بُری طرح ہلا مارے گئے تھے۔ مسلمانوں کا بہت ہی مشکل وقت تھا۔ ایسے سخت ترین حالات میں اِن ملکوں کے فتوحات کی خوشخبریاں دی گئیں۔ نبیؐ کو وحی کے ذریعے یہ ساری باتیں بتائی گئی۔ نبیؐ اپنی طرف سے کوئی بات نہیں کر رہے تھے۔
جب یہ فتوحات کی باتیں نبیؐ فرما رہے تھے تو منافقین نے مذاق اڑانا شروع کیا۔ وہ کہنے لگے کہ اِن کا حال یہ ہے کہ اپنے بچاؤ کی خاطر خندق کھود رہے ہیں۔ اُن کے پاس نہ کچھ کھانے کو موجود ہے اور نہ ہی کوئی جنگی ہتھیار ہے۔ لیکن روم اور فارس کو فتح کرنے کے خواب دیکھ رہے ہیں۔ یہ دیوانگی نہیں تو اور کیا ہے؟
رسولؐ انتہائی مشکل موقعہ پر بھی ہمیشہ ایسی بات کہتے تھے جس سے سبھی کے حوصلے بلند ہو جائے۔ اور واقعی مسلمانوں نے یہ ممالک فتح کئے۔
اِس سے ہمیں بھی سبق لینا ہے کہ اپنی طرف سے پوری کوشش کرکے اللہ پر بھروسہ کرنا چاہیے۔ بحرحال یہ بھی شانِ نزول بتایا جاتا ہے۔

ہر چیز اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ وہ جسے چاہے، جب چاہے بادشاہت عطا کرے۔ ہر قسم کی عزت اور طاقت اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ بعض اوقات بادشاہت اللہ کسی کافر کو بھی دے دیتا ہے جیسے نمرود اور فرعون وغیرہ کو۔ اور بعض اوقات دین والوں کو بھی دیتا ہے جیسے سلیمانؑ اور داؤدؑ کو۔

وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَآءُ (اور جس سے چاہتا ہے بادشاہی چھین لیتا ہے)

تَنْزِعُ (ن ز ع) ← کسی چیز میں سے کوئی چیز کھینچ لینا۔ چھین لینا۔ اکھاڑنا
اَلْمُلْكَ (م ل ك) ← حکومت، مال، بادشاہت، اختیار و اقتدار

اور جس سے اللہ چاہتا ہے اُس سے بادشاہت واپس بھی لے لیتا ہے۔ اور ایسے کئی واقعات ابھی بھی ہم سنتے اور دیکھتے ہیں۔ کبھی کسی افراد یا قوم یا حکومتوں کا عروج زوال میں بدل جاتا ہے۔ یہ تبدیلیاں مسلسل دنیا میں ہوتی رہتی ہیں۔ کسی کو اقتدار ملتا ہے اور کسی پر زوال آ جاتا ہے۔
اصل بادشاہت اور بڑائی صرف اللہ ہی کے لیے ہے۔ دنیا میں جتنے بھی بادشاہ یا بڑے لوگ آئے وہ مرنے کے بعد اپنے ساتھ کوئی بھی چیز قبر میں نہیں لے گئے۔ انھیں ایک دن ہر چیز کو چھوڑنا ہی پڑا۔
جب کسی بھی شخص کو کوئی بڑا عہدہ ملتا ہے یا اُس کا نام ہوتا ہے یا کوئی اقتدار ملتا ہے تو وہ بے انتہا خوش ہوتا ہے اور اپنے آپ کو بہت بڑا سمجھنے لگتا ہے۔ وہ یہ بھول جاتا ہے کہ ایک دن یہ سب کچھ اُسے چھوڑنا بھی ہے۔ مختصر سی زندگی کو ایسا سمجھتا ہے کہ جیسے اُسے ہمیشہ یہیں رہنا ہے۔ لیکن جو شخص اِن باتوں کو یاد رکھتا ہے وہ کبھی بھی اپنے آپ کو بڑا نہیں سمجھے گا۔ اُسے آخرت کے حساب کی فکر ہوگی۔ صحابہؓ جیسے ابو بکرؓ، عمرؓ، عثمانؓ اور علیؓ خلیفہ بننے کے بعد پہلے سے زیادہ عاجز ہو گئے تھے۔ انھوں نے اپنی شان و شوکت نہیں بڑھائی۔ جتنا وقت اُن کے پاس تھا اُس میں انھوں نے زیادہ سے زیادہ بھلائی کے کام کئے۔ انھوں نے اپنی ذات کو ترجیح نہیں دی۔
اگر کوئی دین کی طرف نہیں آتا یا قرآن کی باتیں نہیں مانتا کہ ہماری شان و شوکت چلی جائے گی تو اُسے یاد رکھنا چاہیے کہ ویسے بھی یہ ہمیشہ نہیں رہے گی۔ دنیا میں بڑے سے بڑے بادشاہ بھی آئے اور چلے بھی گئے۔

وَتُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ (اور تو جسے چاہتا ہے عزت دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے ذلت دیتا ہے)

تُعِزُّ (ع ز ز) ← عزت۔ قوت۔ اقتدار۔ غلبہ۔ دوسروں کے مقابلے میں برتری

تُذِلُّ (ذ ل ل) ← ذلیل۔ کمزوری۔ جھک جانا۔ نرم ہونا۔ عاجزی کرنا…

جسے تو چاہتا ہے اُسے اونچا کرتا ہے اور جسے چاہتا ہے نیچا کر دیتا ہے۔ یہ دینی معاملات میں بھی اور دنیاوی معاملات میں بھی۔

سارے رسولوں کو لوگوں نے بے عزت کرنے کی کوشش کی۔ کسی نے کاہن کہا تو کسی نے مجنون۔ کسی نے جادوگر کہا تو کسی نے ذہنی اور جسمانی تکلیفیں دینے کی کوشش کی۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے سارے رسولوں کو عزت بخشی۔

ابراہیمؑ کو آگ میں پھینکا گیا۔ آگ نے اللہ کے اذن سے کچھ بھی انھیں نقصان نہیں پہنچایا تو باپ نے انھیں گھر سے نکال دیا۔ اللہ نے انھیں بڑی عزت عطا کی۔ انھیں خلیل اللہ کہا۔ اُن کا نام باقی رکھا۔ ہم ہر نماز کی تحیات میں درود ابراہیم پڑھتے ہیں۔ آلِ ابراہیم میں بھی برکتیں رکھ دی۔ جو اللہ کے راستے میں بے عزت ہوتا ہے، اللہ اُسے عزت دیتا ہے۔

النساء: 54 ← فَقَدْ اٰتَیْنَاۤ اٰلَ اِبْرٰهِیْمَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَاٰتَیْنٰهُمْ مُّلْكًا عَظِیْمًا (پس ہم نے تو آلِ ابراہیم کو کتاب اور حکمت بھی دی ہے اور بہت بڑی سلطنت بھی عطا فرمائی)

آلِ ابراہیم میں نہ صرف نبوت عطا کی گئی بلکہ داؤدؑ اور سلیمانؑ کو ایسی بادشاہت عطا کی جو دنیا میں کسی کو بھی نہیں ملی۔ انھیں دین کے ساتھ دنیا کے کئی وسائل، اختیارات اور طاقتیں اللہ نے اپنے اِذن سے عطا کی۔ حالانکہ داؤدؑ طالوت کے فوج کے ایک معمولی سپاہی تھے۔ پھر انھیں اللہ نے کہاں تک پہنچا دیا! ایک عام سپاہی اور چرواہے کو بادشاہت عطا کی گئی۔

اَلْمُلْكَ میں دنیاوی بادشاہت اور حکومت تو آتی ہی ہے اور دینی سیادت بھی آتی ہے۔ بنی اسرائیل سے دینی سیادت لے لی گئی اور وہ امت محمدؐ کی طرف منتقل ہو گئی۔ اِسی وجہ سے یہودی حسد کرنے تھے۔ محمدؐ کو لوگوں نے کئی تکلیفیں دی۔ انھیں کئی طرح سے بے عزت کرنے کی کوشش کی گئی۔ وہ جب سجدے کی حالت میں تھے تو اُن پر اونٹ کی اوجھڑی پھینکی گئی۔ انھیں قتل کرنے کی کئی بار کوشش کی گئی۔ لیکن اللہ نے محمدؐ کو بڑی عزت عطا کی اور آخرت میں بڑے عزت والے مقام پر رہے گے۔ حالانکہ محمدؐ اُمّی قوم سے تھے اور یہود جو انتہائی پڑھے لکھے لوگ تھے اُن کو دین کی امامت سے ہٹا کر محمدؐ کو امامت عطا کی گئی۔ یہودیوں کو مدینے سے، خیبر سے جلاوطن کیا گیا۔ اُن سے حکومت لے لی گئی۔ اور وہ لوگ جو پڑھے لکھے نہیں تھے، بکریاں چرانے والے تھے انھوں نے جب اسلام کو قبول کرکے اللہ کے احکامات پر عمل کیا تو اللہ نے انھیں دنیا میں بھی کئی نعمتیں عطا کی۔ انھیں عزت دی۔
یاد رکھیے کہ اگر کسی کو کوئی عزت ملے یا کوئی بڑا مقام ملے تو وہ سب کچھ اللہ ہی کے پاس سے ملا ہوا ہوتا ہے۔ اِس لئے اُسے پاکر فخر نہیں کرنا چاہیے۔

النحل: 53 ← وَمَا بِكُمْ مِّنْ نِّعْمَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ (اور تمہارے پاس جو بھی نعمتیں ہیں وہ سب اللہ ہی کی طرف سے ہے)

کچھ چیزیں ایسی ہوتی ہیں جو عزت کا سبب بھی بنتی ہیں اور کچھ چیزیں ایسی ہوتی ہیں جو ذلت کا سبب بنتی ہیں۔
سب سے پہلی بڑی چیز جو عزت کا سبب بنتی ہے وہ اللہ پر سچا ایمان، تقوی اور اللہ کا خوف ہے۔

المنافقون: 8 ← وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ (عزت تو صرف اللہ تعالیٰ کے لیے اور رسول کے لیے اور ایمان والوں کے لیے ہے)

دنیا میں خواہ کوئی وقتی طور پر عہدہ رکھتا ہو لیکن وہ ایمان والا نہ ہو تو اللہ کے نزدیک اُس کے مقابلے میں ایک غریب ترین مومن کی عزت زیادہ ہے۔ کئی صحابہ غریب تھے لیکن سچے مومن ہونے کی وجہ سے اللہ کے سامنے وہ بڑے عزت والے تھے۔

دنیاوی عہدے، مقام، نام و شہرت یہ سب وقتی فائدے ہیں۔ دنیا میں ہمیشہ یہ ہوتا ہے کہ لوگ اپنے حکمرانوں کو نعرے لگا لگا کر عزت دیتے ہیں پھر ایک دن وہی لوگ انھیں ذلیل کرتے ہیں۔

اِسی طرح ذلت کے بھی کئی اسباب ہوتے ہیں جس میں ایک سبب تو یہ ہے کہ انسان اپنے بارے میں خوش فہمی کا شکار ہوتا ہے۔ وہ اپنے آپ کو بہت بڑا سمجھنے لگتا ہے۔

یاد رکھیے! عزت اور ذلت اللہ ہی کے ہاتھ میں ہے اس لئے دنیا میں اگر کوئی ذلیل کرے تو نہ غم کرے اور نہ ہی پریشان ہو کہ فلاں نے میری بے عزتی کیوں کی! اِن باتوں کو نظر انداز کرے۔ اِن باتوں کی سوچ میں اپنا وقت ضائع نہ کرے۔ اپنا وقت دین کے نفع بخش کاموں میں لگائے اور اللہ کو خوش کرنے کی کوشش کرے کیونکہ ہمارے پاس اِس دنیا میں محدود وقت ہی ہے۔ کوئی اگر ذلیل کر رہا ہے تو یہ آیت یاد رکھے اور اللہ سے دعا کرے۔

بِیَدِكَ الْخَیْرُ (تیرے ہی ہاتھ میں بھلائی ہے)

اَلْخَیْرُ میں الف لام (اَلْ) استغراق کا ہے۔ یعنی "تمام خیر"

یہاں عام ترتیب سے اَلْخَیْرُ بِیَدِكَ نہیں کہا گیا۔ جس کا مطلب یہ ہوتا کہ "خیر" تیرے ہاتھ میں بھی ہے اور کسی اور کے ہاتھ میں بھی ہے۔ بلکہ بِیَدِكَ الْخَیْرُ کہا گیا۔ یہاں خبر کو پہلے لایا گیا ہے (خبر تقدیم)۔ یہ تخصیص کے لئے ہوتا ہے یعنی "تمام بھلائیاں صرف تیرے ہی ہاتھ میں ہیں" [تیرے سوا کوئی بھلائی دینے والا نہیں]۔
"شر" کا خالق بھی اگرچہ اللہ تعالیٰ ہی ہے لیکن ذکر صرف "خیر" کا کیا گیا ہے، "شر" کا نہیں۔ اس لیے کہ "خیر" اللہ کا فضل ہے بخلاف شر کے کہ یہ انسان کے اپنے عمل کا بدلہ ہے جو اُسے پہنچتا ہے یا اِس لیے کہ "شر" بھی اُس کے تقدیر میں لکھا گیا تھا جس میں بھی "خیر" ہوتی ہے۔ اِس اعتبار سے اُس کے تمام افعال "خیر" ہیں۔ (فَاَفْعَالُهٗ كُلُّهَا خَیْرٌ)۔ اللہ کسی کا بھی بُرا نہیں چاہتا بلکہ ہر ایک کے لیے بھلائی چاہتا ہے۔ جتنی تکلیف دہ چیزیں زمین پر ہیں وہ سب ہمارے امتحان کے لیے ہیں۔ اگر دنیا میں یہ امتحانات نہ ہو تو انسان سرکش ہو جاتا۔

اِنَّكَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ (بے شک تو ہی ہر چیز پر بہت ہی قادر ہے۔)

جس کو اِس بات پر ایمان ہوتا ہے کہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے اُس کو کوئی مشکل بھی مشکل نہیں لگتی۔

اللہ ہر چیز پر قادر ہے اس لیے عزت بھی اُسی سے مانگنی چاہیے۔ ہر خیر اُسی سے مانگنی چاہیے۔ ہمارے معاملات اللہ کے سپرد کرنے چاہیے۔ اور اللہ کو راضی کرنے والے کام کرنے چاہیے۔

یاد رکھیے! ہر قسم کی عزت و طاقت اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ بادشاہت بھی اللہ ہی کے ہاتھ میں ہے۔ وہ جس کو چاہے اُسے عطا کرے۔

ہو سکتا ہے کسی کو بادشاہت ملے لیکن عزت نہ ملے یا دونوں ملے یا دونوں نہ ملے یا عزت ملے لیکن بادشاہت نہ ملے۔ مثلاً

	مُلک (بادشاہت)	العزۃ (عزت)
داؤدؑ اور سلیمانؑ	✓	✓
فرعون	✓	✗
بنی اسرائیل	✗	✗
رسولؐ اور دوسرے رسول	✗	✓

Compiled by: Bint A. Shakoor
(As-Saajidoon)